

اختِلَافًا. ”یہ اتفاقی بات ہے کہ جنبی امام (اگر جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے تو) اسے نماز دوہرائی پڑے گی، البتہ مقتدی نہیں دوہرائیں گے۔ مجھے اس بارے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔“ (سنن الدارقطني: 364/1، السنن الكبرى للبيهقي: 400/2، وسنده صحيح) جب امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ایسے امام کے متعلق پوچھا گیا، جس نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی، تو انہوں نے فرمایا: يُعِيدُ، وَلَا يُعِيدُونَ. ”وہ خود تو نماز دوہرائے، لیکن اس کے مقتدی نہ دوہرائیں۔“ (السنن الكبرى للبيهقي: 401/2، وسنده حسن)

**سوال ۱۰:** اکہری اقامت کے بارے میں کیا ثابت ہے؟

**جواب:** اکہری اذان کے ساتھ اکہری اقامت اور دوہری اذان کے ساتھ دوہری اقامت کہی جائے گی۔ اس بارے میں وارد ہونے والی تمام روایات کا یہی مفہوم ہے۔ جہاں تک اکہری اقامت کا تعلق ہے، تو یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

إِنَّمَا كَانَ الْإِذَاؤُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً، غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اذان دو دو مرتبہ (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ کہنے کے ساتھ) ہوتی تھی اور اقامت ایک ایک مرتبہ (اکہری) تھی۔ ہاں، صرف قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے کلمات دو مرتبہ کہے جاتے تھے۔“

(مسند الإمام أحمد: 85/2، سنن أبي داود: 510، سنن النسائي: 629، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (374)، امام ابن حبان (1674، 1677) اور امام حاکم (709) رحمہم اللہ نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ، وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

” (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات دو دو دفعہ اور

اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہنے کا حکم ہوا“ (صحیح البخاری: 603، صحیح مسلم: 378)

یاد رہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے دوہری تکبیر قطعاً ثابت نہیں۔

امام ابو عبد اللہ، محمد بن نصر، مروزی رحمہ اللہ (202-294ھ) فرماتے ہیں:

فَأَرَى فُقَهَاءَ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ، قَدْ أَجْمَعُوا عَلَى إِفْرَادِ الْإِقَامَةِ.

”میرے علم کے مطابق تمام فقہاء محدثین کا اکہری اقامت پر اجماع ہے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: 420/1، وسنده صحيح)

**سوال ۱۱:** خاوند کی وفات کے وقت بیوی حاملہ تھی، شریعت کی روشنی

میں اس کی عدت کتنی ہوگی؟

**جواب:** خاوند کی وفات ہو یا طلاق، دونوں حالتوں میں حاملہ کی عدت وضع

حمل ہے، یعنی جب تک عورت بچے کو جنم نہ دے لے، عدت میں رہے گی اور بچے کی

ولادت کے ساتھ ہی عدت ختم ہو جائے گی، خواہ چند دن یا چند لمحے ہی گزرے ہوں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: 65: 4)

”اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کو جنم دے دیں۔“

سیدہ سُبَیْہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں، ان کے خاوند فوت ہو گئے۔ چند دنوں بعد ان

کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو نیا نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

(صحیح البخاری: 5318، 6906، صحیح مسلم: 1485)

نیز دیکھیں (صحیح البخاری: 5319، صحیح مسلم: 1484، صحیح البخاری: 5320)